خیر المصابیح فی عدد التراویح

بیس رکعات تراویح

احادیث، عمل صحابہؓ اور اجماع امّت کی روشنی میں

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند

۱- بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علیٰ
خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

اہل حدیث بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا جمہور مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ حالانکہ نہیں سمجھتے کہ عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمر رضؓ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، علماء راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ مشترکہ ہندوستان میں دو صدی قبل پورے بارہ سو سال تک تمام مساجد مشرق و غرب اور جنوب و شمال میں بیس یا بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا اہل حدیث کے سوا جمہور امت گمراہی میں رہی یا بغیر ثبوت کے ہی بیس یا بیس سے زائد پڑھتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بارہویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی بلکہ بیس رکعت پڑھی گئی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسب عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتا۔ مگر تمام صحاح ستہ میں کسی ایک کا مذہب آٹھ کا نہیں ہے اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے۔

بارہ سو ۱۲۰۰ سال تک مسلمانوں کا کیا عمل رہا

امام بیہقی رحؒ نے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ میں سائب بن یزید رضؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ بشتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا حال تھا۔

نافع رح حضرت ابن عمر رض کے مولیٰ جو حضرت عائشہ رض اور حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت ابورافع رض کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل، ص ۹۲، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔ نافع رح کی وفات سنہ ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رح متوفی سنہ ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رح متوفی سنہ ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبدالعزیز نے قاریوں کو چھتیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل، ص ۹۱، ۹۲)۔

امام مالک رح متوفی سنہ ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتر کے اختلاف عدد کی وجہ سے اکتالیس رکعتیں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ امام ترمذی رح نے اکتالیس کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ پر کیا موقوف ہے۔ بلکہ امام مالک رح کے متبعین جہاں بھی ہوتے وہاں چھتیس پر عمل ہوتا تھا۔ جیسا کہ مذہب مالکیہ کی فقہ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح رح کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) عطاء رح کی وفات سنہ ۱۱۴ھ میں ہوتی ہے اور نافع بن عمر کا بیان ہے کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات سنہ ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

اور امام شافعی رح متوفی سنہ ۲۰۴ھ کا بیس پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رح خود بیس کے قائل تھے اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے۔

—— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱ تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)۔

—— کوفہ میں سوید بن یزید (متوفی سنہ [illegible]) چالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱، تحفۃ الاحوذی ج ۲، ص ۷۳)۔

—— اور سوید بن غفلہ متوفی سنہ ۸۱ھ جو حضرت علی رض اور حضرت ابن مسعود رض کے صحبت یافتہ ہیں۔ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

—— نیز علی بن ربیعہ جو حضرت علی رض و سلمان رض کے شاگرد ہیں وہ بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

—— اور سعید بن جبیر جو حضرت ابن عباس رض اور دوسرے صحابۂ کرام رض کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے امام ہیں وہ اٹھائیس اور چوبیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳)۔

—— امام کوفہ سفیان ثوری رہ متوفی سنہ ۱۶۱ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵)

—— امام اعظم ابو حنیفہ رہ متوفی سنہ ۱۵۰ھ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے اور ان کے مقلدین جس جگہ بھی ہیں تمام بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

—— بغداد میں امام احمد م سنہ ۲۳۵ھ بیس رکعتوں کے قائل تھے۔ حنبلی مذہب کی کتب فقہ شہادت دے رہی ہیں۔ "مقنع، ج ۱، ص ۱۸۳" میں ہے۔

"ثم التراویح وھی عشرون رکعۃ یقوم بھا فی رمضان فی جماعۃ"

یعنی تراویح اور وہ بیس رکعت ہیں اس کو جماعت کے ساتھ رمضان میں ادا کرے۔

—— اسی طرح داؤد ظاہری رہ متوفی سنہ ۲۷۰ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۱۹۱، اور ان کے متبعین کا بھی بغداد اور غیر بغداد میں بیس پر عمل تھا۔

—— ائمہ خراسان میں سے عبداللہ بن مبارک رہ متوفی سنہ ۱۸۱ھ بیس تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی)۔

عہد فاروقی سے لے کر تیسری صدی کے قریباً وسط تک مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل رکعات تراویح کے باب میں یہی تھا کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح پڑھتا تھا اور نہ ہی اس پر کفایت کرتا تھا اور نہ اس پر کہیں عمل تھا۔ اس کے بعد تیسری صدی سے پہلے ہی ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ رہ، امام مالک رہ، امام شافعی رہ، امام احمد بن حنبل رہ اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں

کو دسے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسالک پر عمل ہو چکا تھا اور جو آج تک جاری ہے آج چاروں اماموں کی کتب فقہیہ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت پر اکتفار کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بے شک ان ائمہ اربعہ رحمہ کے علاوہ دیگر مجتہد اور امام بھی تھے اور ان کا کچھ عرصہ تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری رہ اور داؤد ظاہری رہ مگر وہ بھی آٹھ کے قائل نہ تھے بلکہ بیس کے قائل تھے۔

قول و فعل نبوی سے کوئی عدد معین تراویح کا حتمی طور پر صحیح روایت سے ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً عدد تراویح کا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس پر علمار کی شہادتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں۔

ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد ولا ینقص منہ فقد اخطأ الخ (فتاوی ابن تیمیہ رح ج ۲ ص ۴۶)۔

یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

دوسری شہادت علامہ سبکی رہ لکھتے ہیں۔

اعلم انہ لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی ھل ھو عشرون او اقل الخ (شرح منہاج منقول از تحفۃ الاخیار ص ۱۹۶ ۔ و مصابیح ص ۲۳)۔

یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں بیس یا کم۔

تیسری شہادت علامہ شوکانی رہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔

والحاصل الذی دلت علیہ احادیث الباب وما یشابہہا ھو مشروعیۃ القیام فی رمضان والصلوۃ فیہ جماعۃ وفرادی فقصر الصلوۃ المسمات بالتراویح علی

عدد معين وتخصيصها بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة اھ (نیل الاوطار ج۳ ص۴۴)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا حاصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کر دینا اور اس میں خاص مقدار قرأت کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔

چوتھی شہادت مولوی وحید الزمان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ولا يتعين لصلوة ليالي رمضان يعني التراويح عدد معين الخ (نزل الابرار ج۱ ص ۱۲۶)۔

یعنی رمضان کی راتوں کو تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں ہے۔

پانچویں شہادت ابو الخیر میر نور الحسن خان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

"وبالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ" (عرف الجادی ص ۸۴)۔

یعنی تراویح کا کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں آیا ہے۔

چھٹی شہادت نواب صدیق حسن خان مرحوم اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ان صلوة التراويح سنة باصلها لما ثبت انه صلى الله عليه وسلم صلاها في ليالي ثم تركه شفقة على الامة ان لا تجب على العامة او يحسبوها واجبة ولم يأت تعيين العدد في الروايات الصحيحة المرفوعة لكن يعلم من حديث كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد في رمضان مالا يجتهد في غيره رواه مسلم ان عددها كثير - (الانتقاد الرجيح، ص ۶۱)

یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اس لئے کہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے۔ پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔ اور عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی محنت و کوشش کرتے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا۔ وصرف گیارہ یا تیرہ نہیں تھا بلکہ بیس یا زیادہ تھا)۔

ساتویں شہادت

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔ ان العلماء اختلفوا فی عددھا ولو ثبت ذلک من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلف فیہ۔ الخ۔ (مصابیح، ص۔)

ترجمہ! یعنی علماء کا تراویح کے عدد میں اختلاف ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کوئی عدد ثابت ہوتا تو اختلاف نہیں ہو سکتا تھا ۔

اہلحدیث کے دو دعوے

ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا۔

پہلا دعویٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کے ثبوت پر حدیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

"انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان میں کیسی تھی؟ فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں زیادہ گیارہ رکعتوں سے نہیں کرتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ سوتے ہیں قبل وتر کے؟ فرمایا اے عائشہ رضؓ! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر ۔

پہلا جواب

اسی حدیث میں لفظ ولا فی غیرہ یعنی غیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے جو دلیل اس بات کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال اس نماز تہجد کا تھا کہ جو بارہ مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضؓ

سے روایت ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیٰ لیلہ وایقظ اھلہ الخ (بخاری شریف ج۱، ص ۲۷۱)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آخری عشرہ رمضان کا داخل ہوتا تو تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں بھی زیادہ کر دیتے ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اکثر آپ تہجد کی گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

جب یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح کا اس سے کیا تعلق؟

دوسرا جواب اگر بفرض محال اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو اس سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ج۱، ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر رح وغیرہ شراح حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ عام حالات و اوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھتے تھے۔ لہذا آٹھ تراویح میں انحصار باطل ہو گیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں۔

والصواب ان کل شیٔ ذکرتہ من ذلک محمول علی اوقات متعددہ واحوال مختلفۃ الخ (فتح الباری ج۳، ص ۱۴)۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری رح نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

انہ قد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر الخ

(تحفۃ الاحوذی ج۲

یعنی یہ ثابت اور محقق ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔ جب گیارہ سے زیادہ کا ثبوت ہوچکا تو اہل حدیث کا یہ دعویٰ کہ گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھیں یہ دعویٰ باطل ہوگیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مخالف کہنا سخت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اسلئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

تیسرا جواب

بقول اہلحدیث جب یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمارہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعت پڑھتے تھے اور بہت لمبی پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ اور بہت لمبی پڑھتے تھے تو اس حدیث پر عمل تب ہوگا جب کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ حالانکہ اہلحدیث کا اس پر عمل نہیں کہ دو دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں یا ایک ہی وتر پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کل کی کل اہل حدیث کے نزدیک تراویح میں معمول بہا نہیں ہے۔ لہذا اس سے حنفیہ پر حجت قائم کرنا صحیح نہ ہوا

چوتھا جواب

امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے "باب عدد الرکعات التی یقوم بها الامام للناس فی رمضان" یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

پانچواں جواب

اس حدیث کے آخر میں ہے۔

قالت عائشة رضی اللہ تعالی عنها فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی الخ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سوتے ہیں پہلے وتر پڑھنے کے؟ سو فرمایا اے عائشہ رض بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں۔ اور صحابہ رض انتظار میں بیٹھے رہتے ہوں۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں یعنی اتنام الخ۔ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہ رض عورتوں کی صف میں پیچھے مردوں کے کھڑی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی۔ جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ تہجد کا واقعہ ہے۔

چھٹا جواب

علاوہ ازیں قرطبی رح نے حدیث عائشہ رض کو مضطرب نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں۔

قال القرطبی اشکلت روایات عائشۃ رض علی کثیر من اهل العلم حتی نسب بعضهم حدیثها الی الاضطراب الخ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۹)۔

یعنی اکثر اہل علم پر حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مشکل ہوئی ہے۔ حتی کہ بعض محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنا تحکم ہے۔

ساتواں جواب

اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح مراد نہیں، اس لئے محدثین رح نے اس پر تعداد تراویح کا باب منعقد نہیں کیا۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے۔ مثلاً ص۱۵۴ میں " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ "

اس جگہ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قرینہ ہے تہجد کا قیام رمضان تراویح کو کہتے ہیں اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ سقولہ کم سے ہے۔ اور مثلاً ص۲۶۹ پر باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ عدد۔ اور مثلاً ص۵۰۳، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینه ولا ینام قلبه اس میں بھی سونے کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عدد تراویح اور مثلاً ص ۱۳۵ ج ۱ - میں " باب ما جاء فی الوتر "

اس میں بیان ہے کہ وتر تین رکعت میں عدد تراویح کا بیان مقصود نہیں۔

کان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ کانت تلک صلوتہ تعنی باللیل فیسجد السجدۃ من ذلک قدر ما یقرأ احدکم خمسین آیۃ الخ

کس صراحت کے ساتھ نماز تہجد کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں اس قسم کے اشارات بے شمار ہیں۔

حکمت وظہر لی ان الحکمۃ فی عدم الزیادۃ علی احدی عشرۃ ان التہجد والوتر مختص بصلوۃ اللیل وفرائض النہار الظہر وھی اربع والعصر وھی اربع والمغرب وھی ثلاث وتر النہار فناسب ان تکون صلوۃ اللیل کصلوۃ النہار فی العدد جملۃ وتفصیلاً الخ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸)۔

اور میرے لئے ظاہر ہوا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے اور وہ چار رکعت ہیں اور عصر ہے اور وہ چار رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ ہو رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں (یعنی گیارہ رکعت تہجد)۔

اما مناسبۃ ثلاثۃ عشرۃ فبضم صلوۃ الصبح لکونہا نہاریہ الی ما بعدھا الخ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۷)

یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز کو ملانے کے ساتھ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رح کے اس نکتہ اور حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نماز تہجد میں تھیں نہ کہ تراویح میں۔

تہجد اور تراویح کی نماز الگ الگ ہیں ایک نہیں

تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ ہیں ایک نہیں۔ دونوں میں فرق کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی دلیل تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

دوسری دلیل تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہوئی ہے۔ فتهجد به نافلة لك.
قم الليل الا قليلا ۔ اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے۔ سننت لكم قيامه (نسائی)۔ میں نے تمہارے لئے قیام رمضان کو مسنون کیا

تیسری دلیل تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ اور کم از کم سات مع الوتر ہیں۔ بخلاف تراویح کے اس کا کوئی معین عدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے اسلئے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔ کوئی بیس کہتا ہے کوئی چھتیس یا زائد کہتا ہے۔

چوتھی دلیل حنبلی مذہب کی معتبر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ مقنع میں ہے۔
ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة ويوتر بعدها في الجماعة فان كان له تهجد يوتر بعده۔ (مقنع ص ۱۸۴)۔

یعنی پھر تراویح ہے اور وہ بیس رکعت ہیں کہ اس کو باجماعت پڑھے، اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو تو وتر تراویح کے بعد نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔ مقنع کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

هذا كتاب في الفقه على مذهب ابي عبد الله محمد بن احمد بن حنبل رح الخ۔

یعنی یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فقہ کی کتاب ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رہ بھی تراویح اور تہجد کو الگ الگ سمجھتے تھے۔ امام بخاری رح کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ رات کے اول حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے۔

پانچویں دلیل تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں ایک نہیں ہیں۔

دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
حدثنا محمد بن حميد الرازي ثنا يعقوب بن عبد الله ثنا عيسى بن جارية عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال صلى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات
والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان
یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت او خشیت
ان یکتب علیکم الوتر الخ (قیام اللیل : ص ۱۵۵)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ پس جب کہ آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی ہم نے کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے۔ پس ہم وہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر ؛

جواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والا ایک شخص ہے اور وہ عیسیٰ بن جاریہ ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ

اس راوی کا حافظ ذہبی رح نے "میزان الاعتدال" میں اور حافظ ابن حجر رح نے "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ امام فن جرح و تعدیل یحییٰ بن معین رح نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ لیس بذالک وہ قوی نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں۔ اور امام نسائی رح امام ابوداؤد رح نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائی نے اس کو متروک بھی کہا ہے۔ اور ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن عدی رح نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہ رح ہیں جنہوں نے عیسیٰ کو لا باس کہا ہے۔ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور دوسرے ابن حبان رح ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جب کہ عیسیٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائی رح ابوداؤد رح نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری اہلحدیث نے "ابکار المنن" میں سخاوی رح کے حوالہ سے بغیر رد کئے یہ لکھا ہے۔

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ۔ (ابکار المنن ص۱۶۱)
یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ

اس کی حدیث ترک کردی جائے ، اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور قبول نہ کی جائے ، اس لئے عیسیٰ کی یہ روایت قابل قبول نہیں ۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد ہے ۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید و متابع موجود نہیں ہے ۔ اور نہ کسی دوسرے صحابی ؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے ۔ جابر رض سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانی رح نے عیسیٰ کی روایت نقل کرنیکے بعد لکھا ہے

لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بہذا الاسناد ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے ۔

اس سند کا دوسرا راوی

محمد بن حمید الرازی ہے "تقریب" میں ہے کہ حافظ نے اسکی تضعیف کی ہے (تقریب) غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے دو وجہ سے ۔ ایک عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس پر جرح قوی ہے ۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے ، اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے ۔

حضرت جابر رض کی دوسری روایت

وبہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء ابی بن کعب ؓ فی رمضان فقال یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم ، کان منی لیلۃ شئ قال وما ذلک یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بہن ثمان رکعات و الوتر فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء الخ ۔

(قیام اللیل : ص ۹۰)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہوکر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہوگئی ہے ۔ آپ نے فرمایا وہ کیا کہا ۔ گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہے تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں ۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ بات رضامندی کے مشابہ تھی ۔

جواب

اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند بعینہ پہلی ہے ۔ جس میں عیسیٰ بن جاریہ واقع ہے اور ان پر کلام گزر چکا ہے ۔ یعنی یہ راوی مجروح ہے ۔ لہٰذا یہ روایت

ضعیف ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف باجماعت تراویح تین رات ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی عدد متعین تراویح کا منقول نہیں ہے۔ لہذا عدد میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اثر گیارہ تراویح کا تھا جو سائب بن یزید سے منقول ہے۔

اہل حدیث کا دوسرا دعویٰ

اس کے ثبوت کے لئے سند جو ذیل حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت کا حکم کیا تھا۔

تیسری حدیث مالک عن محمد بن یوسف عن سائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطابؓ ابی بن کعب و تمیم الداریؓ ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الخ

(قیام اللیل ص ۹۱ ۔ مؤطا امام مالک ص ۴۰ مطبع اصح المطابع)

یعنی امام مالک رحمہ روایت کرتے ہیں سائب بن یزید رضی سے اور وہ کہتے ہیں۔ امر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ تراویح پڑھاویں لوگوں کو گیارہ رکعت۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

پہلا جواب سائب بن یزید رضی سے نقل کرتے ہیں محمد بن یوسف رح۔ اور ان کے شاگرد پانچ ہیں ۱: امام مالک رح ۔ ۲: یحییٰ بن قطان رح ۔ ۳: عبد العزیز ابن محمد رح ۔ ۴: ابن اسحاق رح ۔ ۵: عبد الرزاق رح ۔ اور پانچوں میں اختلاف ہے۔

۱: امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں اور اس میں رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی نے ابی رضی و تمیم رضی پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں حضرت عمر رضی کے حکم کا ذکر نہیں ہے اور رمضان کا بھی

ذکر نہیں ۔

۳ ، عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اس میں نہ حکم کا ذکر ہے ، نہ ابی بن کعب رض و تمیم رض کا نہ رمضان کا)۔

۴ ، ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ۔ (اس میں بھی حضرت عمر رض کے حکم اور ابی رض اور تمیم رض کا ذکر نہیں ہے ۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے)۔

۵ ، عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا ۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

سائب بن یزید
↓
محمد بن یوسف رح

امام مالک رح	یحییٰ بن قطان رح	عبدالعزیز بن محمد رح	ابن اسحاق رح	عبدالرزاق رح
حضرت عمر رض نے ابی بن کعب رض اور تمیم داری رض کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں	حضرت عمر رض نے ابی رض اور تمیم رض پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رض نے اکیس ۲۱ رکعت کا حکم دیا تھا

جب اس اختلاف میں سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوا کیونکہ یحییٰ بن قطان رح کی روایت میں گیارہ کا امر نہیں اور عبدالعزیز بن محمد رح کی روایت میں نہ گیارہ کا امر ہے اور نہ رمضان کا ذکر ہے اور ابن اسحاق رح بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں ۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اکیس رکعت ہیں ۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راوی حدیث ابن اسحاق رح تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں ۔ ابن عبدالبر مالکی رح نے اکیس کو ترجیح دی ہے ۔ لہٰذا عدد کے بارے میں یہ مضطرب ہے اور

قابل بحث نہیں۔

دوسرا جواب — یہ محمد بن یوسف رہ راوی سائب بن یزید رضہ کے طریق میں گفتگو تھی۔ اب محمد بن یوسف رہ کے ساتھی یزید بن خصیفہ رہ کی روایت سائب بن یزید رضہ سے سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶۔ میں یہ ہے۔

عن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن سائب بن یزید قال كان یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضہ فی شهر رمضان بعشرین ركعة الخ

یعنی ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید بن خصیفہ سے کہ سائب بن یزید رہ فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں ان کے زمانہ کے لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس اثر کی سند کو امام نووی رہ، امام عراقی رہ، امام سیوطی رہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو (تحفة الاخیار، ص ۱۹۲۔ اور ارشاد الساری تحفة الاحوذی، ص ۷۵)۔

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت امام بیہقی کی دوسری کتاب " معرفة السنن والاثار " میں ہے۔ اس کی سند کو علامہ سبکی رہ نے " شرح منہاج " میں اور ملا علی قاری رہ نے شرح موطا میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو تحفة الاحوذی، ج ۲، ص ۷۵۔

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائب رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہد فاروقی رضہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ برخلاف محمد بن یوسف رہ کے کہ ان کے پانچ شاگرد سائب رہ کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں اصول و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ رہ کی روایت پر اعتماد کیا جائے۔ مگر اہل حدیث نے محمد بن یوسف رہ کی مختلف فیہ اور مشکوک روایت پر اعتماد کر کے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔

بیس تراویح کا ثبوت

پہلی حدیث عن العرباض بن ساریۃ قال فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ الخ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)۔

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومہدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو۔ اور داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

اس حدیث میں سنتِ خلفاء کا عطف سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنتِ نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں۔ بہرصورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔ تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء ...... دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔

اور بقول بعض علماء کے خلفاء سے مراد عام ہے۔ شیخ مولانا عبدالغنی صاحب رح محدث دہلوی مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

ومن العلماء من عمم کل من کان علی سیرتہ علیہ السلام من العلماء والخلفاء کالائمۃ الاربعۃ المتبوعین المجتھدین والائمۃ العادلین کعمر بن عبدالعزیز کلھم موارد لھذا الحدیث۔ (انجاح الحاجۃ ص ۵)۔

یعنی جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں امام (امام ابوحنیفہ رح امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز رح سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ایسے ہی سنتِ خلفاء راشدین کی اتباع ضروری ہے بلکہ بعض علماء کے ہاں جمہور مجتہدین کی اتباع لازم ہے۔ اب جمہور صحابہ کرام رض وتابعین رح وتبع تابعین رح وجمہور مجتہدین رح ومقلدین ائمہ اربعۃ وعمر بن عبدالعزیز رح

بیس تراویح سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ تو بیس تراویح سے کم پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنت خلفاء راشدین کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قول ہے۔ کہ تم میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کے قول اور فعل کی پیروی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے

بدرالدین عینی حنفیؒ "بنایہ شرح ھدایہ" میں لکھتے ہیں۔

سیرۃ العمرین لا شك فی ان فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لانا امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه الصلوة والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر فاذا کان الاقتداء مامور به یکون واجبا و تارك الواجب یستحق العقاب و العتاب الخ (مجموعة الفتاوی ج ۱، ص ۲۱۵)۔

یعنی اس میں شک نہیں کہ افعال حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کا اتباع کرنا ثواب ہے اور اس کے ترک میں عذاب ہے کیوں کہ ہمیں ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

" اقتداء کرو ان دو آدمیوں کی جو میرے بعد ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ۔" پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے۔ اور واجب کے ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہے۔"

۲۔ اور کمال الدین بن ہمام رحؒ "تحریر الاصول" میں لکھتے ہیں۔

قسم الحنفیة العزیمة الی فرض ما قطع بلزومه و واجب ما ظن وسنة الطریق الدینیة منه علیه الصلوة والسلام و الخلفاء الراشدین او بعضهم الخ

یعنی حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم فرض کی جانب کی ہے جس کے لزوم کا ذکر ہو۔ اور واجب کی جانب جس میں غلبہ ظن ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضؓ کی دینی سنت کی جانب۔

۳ ؛ اور مولانا عبد العلی رہ بحر العلوم "شرح تحریر" میں لکھتے ہیں۔

ينبغى ان يراد اعم من ان يكون طريقة دينية مستمرة في الدين عنه صلى الله عليه وسلم بان باشره اولا بان استمر الناس عليها باذنه او باذن الخلفاء ۔

(مجموعۃ الفتاوی ص ۲۱۵)

یعنی لائق ہے کہ عام مراد لی جائے۔ خواہ دینی طریقہ ہو جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا عمل درآمد رہا ہو۔ آپ نے خود اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں بلکہ لوگ آپ کے یا خلفا کے حکم سے اس کے پابند رہے ہوں۔

۴ ؛ تبیین شرح حسامی میں ہے۔

وفي عرف الشرع يراد بها طريقة الدين اما للرسول ص او للصحابة رض حتى يقال سنة الرسول او سنة الخلفاء الراشدين رض

(مجموعة الفتاوى ۱/۲ ـ ص ۲۱۷)

اور عرف شرع میں سنت طریقۂ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ہو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ خلفاء راشدین رض کی سنت ہے۔

غرضیکہ سنت کا اطلاق عام ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سنت خلفاء راشدین پر۔ تو بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے اور بیس رکعت سے کم سنت خلفاء نہیں۔

دوسری حدیث عن يزيد بن خصيفة عن سائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر رض بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة وقال كانوا يقرؤن بالمئين وكانوا يتوكؤن على عصيهم في عهد عثمان رض بن عفان من شدة القيام ۔ (رواه البيهقى: ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن خصیفہ رہ کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ رمضان کے مہینہ میں حضرت عمر بن خطاب رض کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور کہا کہ لوگ پڑھتے تھے۔

(سنت تھے) مثلاً حضرت عثمان بن عفان رض کے عہد میں لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔ بوجہ طول ہونے قیام کے۔

شبہ اس حدیث میں ایک راوی ابو عبد اللہ بن فنجویہ دینوری ہے اور اس کا حال معلوم نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں؟

جواب ابو عبد اللہ بن فنجویہ رح کے بارے میں ذہبی رح نے مرنے والے مشاہیر ۴۱۴ھ میں یوں ذکر کیا ہے۔

و المحدث ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین بن عبد اللہ بن فنجویہ الثقفی الدینوری النیشاپوری۔ الخ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۴۴)

یعنی ابن فنجویہ کو لفظ محدث سے یاد کیا ہے۔ اور ابن اثیر جزری رح نے لکھا ہے۔

" عرف بها ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین فنجویہ الفنجوی الدینوری الحافظ روی عن ابی الفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی و ابی بکر بن مالک القطعی وغیرهما روی عنہ ابو اسحاق الثعلبی نا کثر فی تفسیرہ و یذکر کثیرا فیقول اخبرنا الفنجوی الخ

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابو عبد اللہ حسین مشہور و معروف ہے۔ وہ ابو الفتح ازدی اور ابو بکر قطعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے۔ اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رح نے خبر دی۔

اور سمعانی نے برہان دینوری رح کے شاگردوں میں اس کا نام لیا ہے۔ اور امام بیہقی رح نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے۔

جب ذہبی رح ابن فنجویہ رح کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رح اس کو مشہور و معروف اور حافظ لکھ رہے ہیں۔ اور ابو الفتح رح اور ابو بکر بن مالک قطعی رح وغیرہما سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے روایت ابو اسحاق ثعلبی رح کر رہے ہیں۔ تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کیا

شک وشبہ رہا۔

مقدمہ ابن الصلاح اصولِ حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔

عدالة الراوی تارة تثبت بتنصیص العدلین علی عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة فمن اشتهرت عدالته بین اهل النقل اونحوهم من اهل العلم وشاع الثناء علیه بالثقة و الامانة استغنی فیه بذلك عن بینة شاهدة بعدالة تنصیصا هذا هو الصحیح فی مذهب الشافعی رح وعلیه الاعتماد فی فن اصول الفقه - (ص ۱۰)

یعنی راوی کی عدالت کبھی ثابت ہوتی ہے کہ دو عادل اس کی عدالت پر تصریح کردیں اور کبھی ثابت ہوتی ہے ساتھ شہرت اور استفاضہ کے۔ پس جس کی عدالت اہلِ علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ ہونے کی اور امین ہونے کی تعریف شائع ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے بینہ سے جو اس کی عدالت پر صراحۃً شاہد ہو، یہی صحیح ہے مذہب شافعی رح میں اور اسی پر اعتماد ہے۔ فنِ اصولِ فقہ میں - بلکہ حافظ ابو عمرو بن عبد البر رح نے تو اور توسیع کر کے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

کل حامل علم معروف العنایة به فهو عدل محمول فی امره ابدا علی العدالة حتی یتبین الجرحة الخ (مقدمه، ص ۱۰)-

یعنی ہر صاحبِ علم جس کا اشتغال علم کے ساتھ معروف ہو عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔

اس روایت پر جرح محض تعصب ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ عہدِ عثمان غنی رض میں بوجہ طویل قیام کے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اس حدیث کو بیہقیؒ نے معرفت میں بالاسناد الصحیح روایت کیا ہے۔ نووی رح نے خلاصہ میں اور ابن العراقی رح نے شرح تقریب میں۔ اور سیوطی رح نے مصابیح میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

تیسری حدیث عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رض فی

رمضان بثلاث وعشرين ركعة ۔ (رواہ مالک اسنادہ قوی) بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن رومان رح کہتے ہیں کہ سب لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

شبہ :- یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہے۔

پہلا جواب یہ حدیث امام مالک رح کے موطا میں منقول ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے موطا کے متعلق "حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۰۶، ج ۱" میں فرمایا ہے۔

قال الشافعی رح اصح الکتب بعد کتاب اللہ موطا امام مالک رح واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی مالک رح ومن وافقہ واما علی رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند بہ من طرق اخری وقد صنف فی زمان مالک رح موطات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینہ والثوری ومعمر الخ

یعنی امام شافعی رح نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب موطا امام مالک رح ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک رح اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں۔ دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو اور امام مالک رح کے زمانہ میں موطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے موطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ رح ثوری رح اور معمر رح کی کتابیں۔

دوسرا جواب مرسل کے قبول وعدم قبول میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک رح اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ مطلقاً مقبول ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے مسلک کی بناء پر تو اس اثر کا مرسل ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک اگرچہ مرسل مقبول نہیں ہے مگر وہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسری مسند یا مرسل سے ہوتی ہو اور وہ مسند یا مرسل دوسرے طریق اسناد سے مروی ہو تو مقبول ہے۔ چنانچہ ابن حجر رح شرح نخبۃ الفکر" ص ۵ میں فرماتے

وقال الشافعی رہ یقبل اذا اعتضد بمجیئہ من وجہ اخر یباین الطریق الاولی مسندا کان او مرسلا الخ۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رہ نے یہ تعمیم بھی کی ہے کہ مرسل کا موید گو ضعیف ہو تب بھی مرسل مقبول ہو جائے گی۔ (حاشیہ شرح نخبہ)۔

خطیب بغدادی رہ "کفایہ ص ۳۰۲" میں لکھتے ہیں۔

فقال بعضهم انه مقبول ویجب العمل به اذا کان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالك واهل المدینة وابی حنیفة و اهل العراق وغیرهم۔

جب یہ ذہن نشین ہو چکا تو سنئے کہ یزید بن رومان رہ کا یہ اثر اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی تائید دوسرے کئی مرسلوں سے ہوتی ہے۔ جو عنقریب مذکور ہوں گے۔ لہذا بالاتفاق مقبول اور حجت ہے۔ علاوہ اس کے ہمارا اصل استدلال سائب رہ کی حدیث سے ہے۔ اور یزید بن رومان رہ کا اثر تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی حدیث عن یحی بن سعید ان عمر بن الخطاب رض امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة رواه ابوبکر ابن ابی شیبه رہ فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائیں۔

پانچویں حدیث عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب رض یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث رواه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالے عنہ رمضان میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

چھٹی حدیث عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر۔ (رواہ ابن ابی شیبہ اسنادہ حسن)۔

یعنی عطاؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سب لوگ تراویح کی نماز تیئیس رکعت مع وتر کے پڑھتے تھے۔

ساتویں حدیث عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة۔ (رواہ البیہقی، ج ۲، ص ۴۹۶ - اسنادہ حسن)۔

یعنی ابوالخصیب رحؒ کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رحؒ ماہ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (رواہ ابوبکر بن ابی شیبة اسنادہ صحیح)۔

یعنی نافع بن عمر رحؒ کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

نویں حدیث عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث (اخرجہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ واسنادہ صحیح)۔

یعنی سعید بن عبید رحؒ سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ رحؒ انہیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

دسویں حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر الخ (ابن ابی شیبہ والبیہقی، جزء ۲، ص ۴۹۶)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ اس حدیث کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رہ ہے اور وہ مجروح راوی ہے اس لئے اس کی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

جواب ابراہیم کو مجروح ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ دیکھئے ابن عدی رہ ابراہیم کے متعلق کہتا ہے۔

له احادیث صالحة وهو خیر من ابراهیم بن ابی حیة (تهذیب ج۱ ص۱۴۵)

اس (ابراہیم) کی حدیثیں درست بھی ہیں اور ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اور یزید بن ہارون رہ جو امام بخاری رہ کے استاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ ہیں اور زبردست حافظِ حدیث تھے۔ ابراہیم رہ کے بڑے مداح تھے فرماتے تھے۔

ما قضی علی الناس یعنی فی زمانه اعدل فی قضاء منه الخ (تهذیب)

یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

تنبیہ یزید رہ سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جارحین میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ یزید رہ ان کے محکمہ میں کاتب یعنی ان کے منشی تھے۔ اس لئے یزید رہ کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیانت داری دونوں پر زبردست شہادت ہے۔

راوی کی عدالت اور کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لئے دو باتیں لازمی طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ ایک تدین اور دوسرے اس کی قوتِ حافظہ۔ پس اس شہادت کے بعد ابراہیم کے تدین میں تو کوئی شک نہیں رہتا۔ اب رہی قوتِ حافظہ۔ تو ابن عدی رہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم رہ کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا۔ اس لئے کہ ابن عدی رہ نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم رہ کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم رہ ضعیف راوی ہے۔ اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور ابراہیم رہ کی حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہدِ فاروقی رض کے مسلمانوں کا علانیہ عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ اور ہر چہار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہدِ فاروقی رض کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ایک موقعہ پر اعتراف کیا ہے کہ بعض ضعیف ایسے ہیں

جماعت کی تلقی بالقبول سے رفع ہوگئے ہیں ۔ الخ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء)

گیارہویں حدیث ورویناعن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ الخ

(بیہقی ۂ : ج۲ : ص ۴۹۶)۔

یعنی شتیر بن شکل سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ امامت کراتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوت ہے۔ بیہقیؒ نے اخیر عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قوی ہے۔

عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروینا ذلک عن وجہ اٰخر عن علی رضؓ (بیہقی ۂ : ج۲ : ص ۴۹۶)۔

یعنی ابو عبد الرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قراء کو رمضان میں بلا کر ان میں ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے اور یہ روایت حضرت علیؓ سے دوسرے طریق سے بھی آئی ہے۔ پہلے اثر علی رضؓ کو قوی بتلایا۔ اور دوبارہ کہا دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ تو مجموعہ اتنا قوی تر ہوگیا کہ اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں دوسرا طریق اگرچہ ضعیف ہو تب بھی اس کے لئے مؤید ہونا کوئی مضر نہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے۔

عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیاؓ امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ ؒ کذا فی الجواہر النقی بیہقی ، ج۲ ، ص ۴۹۶) ۔

یعنی ابی الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت۔

ابی الحسناء اگرچہ ضعیف راوی ہے مگر اس کا ضعف حدیث کے مؤید ہونے کو مضر نہیں ہے۔

ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن مجبر بتعدد طرقہ الخ (الکمال لمن ص ۱۵۲)

یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن وہ تعدد طرق کے ساتھ مجبر ہے۔

ولو سلم ان کلها ضعیفة فهی مجموعها تبلغ درجة الحسن الخ

(ابکار المنن : ص ۱۳۱)۔

یعنی اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حدیث کے سارے طرق ضعیف ہیں تو وہ مجموعی حیثیت سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوالحسناء رہ مجہول راوی ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں تو وہ شخص مجہول الذات نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب ابوالحسناء رہ سے ابوسعد رہ اور عمرو بن قیس رہ دو شخص روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوا۔ اس کو تو مستور کہتے ہیں۔ اور مستور کی روایت ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا کوئی مؤید ہو تو مقبول ہے اور اس کا مؤید ابو عبدالرحمٰن سلمی رہ موجود ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لقاء ثابت نہیں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

جواب ابوالحسناء رہ دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو حکم بن عتیبہ رہ سے روایت کرتے ہیں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں) اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا ابوالحسناء وہ ہے جس سے ابوسعد بقال رہ اور عمرو بن قیس رہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے لہٰذا جب دونوں کے شاگرد اور استاد الگ الگ ہیں تو دونوں ایک کیسے ہوئے ؟

بارہویں حدیث وقال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیها القراءة ویوترون بثلاث الخ

(قیام اللیل، ص ۹۱)

یعنی محمد بن کعب القرظی رہ سے مروی ہے۔ کہ سب لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لمبا کرتے تھے ان میں قرأت کو اور وتر تین رکعت

پڑھتے تھے۔

تیرہویں حدیث

قال الاعمش کان عبد اللہ بن مسعودؓ یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ۔ الخ (قیام اللیل، ص ۹۱)

یعنی اعمش رہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

چاروں امام بیس تراویح سے کم کے قائل نہ تھے

۱ : فالمسنون عند ابی حنیفۃ رہ والشافعی رہ واحمد رہ عشرون رکعۃ وحکی عن مالک رہ ان التراویح ست وثلاثون (کذا فی حجۃ الاسرار)

یعنی مسنون تراویح بیس رکعت ہیں امام ابوحنیفہ رہ اور امام شافعی رہ اور امام احمد رہ کے نزدیک۔ اور حکایت کیا گیا ہے امام مالک رہ سے کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

۲ : فاختار مالک رہ فی احد قولیہ وابوحنیفۃ رہ والشافعی رہ واحمد رہ وداؤد رہ القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسم رہ عن مالک رہ انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث رکعات (بدایۃ المجتہد). (ج ۱، ص ۲۱۰)۔

یعنی امام مالک رہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رہ اور امام شافعی رہ امام احمد رہ اور امام داؤد ظاہری رہ نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت وتر اس کے علاوہ۔ اور ابن القاسم رہ نے امام مالک رہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قیام کو مستحسن سمجھتے تھے۔

وذکر ابن القاسم رہ عن مالک رہ انہ الامر القدیم یعنی القیام بست وثلاثین رکعۃ الخ

یعنی ابن القاسم رہ (شاگرد امام مالک رہ) نے امام مالک رہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعت کا قیام قدیم معمول ہے۔ ابن رشد مالکی رہ کے اس کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ امام مالک رہ نے بھی بیس تراویح کو پسند کیا ہے۔ اس کی مزید تائید قسطلانی رہ کی اس نقل سے ہوتی ہے۔

وقد قال المالكية انها كانت ثلاثة وعشرين ثم جعلت تسعا وثلاثين ۔

یعنی مالکیہ نے کہاہے کہ تراویح کی رکعتیں مع وتر تئیس تھیں پھر وہ مع وتر انتالیس کردی گئیں ۔

دوسرا انہوں نے صرف امام مالکؒ کے دو قول بتاتے ہیں۔ ایک بیس رکعت کا دوسرا چھتیس کا۔ اور گیارہ رکعت کے قول کو اپنے مذہب کی روایات میں اتنا کمزور رکھا کہ اس کو قابل شمار قرار نہیں دیا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چاروں امام ؒ بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے ۔

فقہائے کے کلام سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علیؓ وعمرؓ وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوریؒ وابن المبارکؒ والشافعیؒ وقال الشافعیؒ وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی هذا الوان لم ینص فیه بشیٔ وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعبؓ الخ

(ترمذی شریف ج ۱ ، ص ۱۱۲)

یعنی قیام رمضان میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے ۔ سو بعض قائل ہیں اکتالیس رکعت مع الوتر کے یہی قول ہے اہل مدینہ کا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے مدینہ میں ۔ اور اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں ۔ موافق اس کے حضرت علیؓ وحضرت عمرؓ وغیرہما اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وشافعیؒ کا قول ہے ۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ اور امام احمدؒ نے کہا تراویح میں مختلف روایات (بیس سے لے کر اکتالیس تک) ہیں اس پر کوئی حکم نہیں لگایا ۔ اور امام اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو اختیار کرتے ہیں ۔ موافق اس کے جو حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے ۔ (انتہی)۔

دکھیو زمانہ نبوی میں یا صحابہ کرام رض یا تابعین رح یا تبع تابعین رح کے زمانہ میں کہیں جماعت آٹھ کی ہوئی یا اکیلا آدمی مشہور و معروف کوئی فقیہ یا امام آٹھ رکعت پڑھتا تو امام ترمذی ضرور اسکا تذکرہ کرتے۔ امام مسبرملی شافعی رح لکھتے ہیں۔

ومذهبنا ان التراويح عشرون ركعة۔ الخ

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

شیخ منصور بن ادریس حنبلی رح " کشاف القناع عن متن القناع " ص ۲۷۶ میں لکھتے ہیں

" وهی عشرون ركعة فی رمضان الخ

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ " شرح منتہی الارادات، ص ۲۵۶ ج ۱ میں فرماتے ہیں

" وهی عشرون ركعة فی رمضان جماعة الخ "

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔ " توشیح (شافعیہ) میں ہے۔

" والثالث منها صلوة التراويح وهی عشرون ركعات ولو فرادی وتسن الجماعة الخ "

یعنی اور ان میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگرچہ اکیلا ہی پڑھے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے " اور روضہ میں ہے۔

ومنه صلوة التراويح عشرون ركعة كل ركعتين بتسليمة۔ الخ

یعنی صلوۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے ہونی چاہئے۔

(کتب مالکیہ) وتتأكد صلوة التراويح فی رمضان عشرون ركعة بعد صلوة العشاء يسلم من كل ركعتين الخ (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(کتب الحنابلہ) التراويح سنة مؤكدة عشرون ركعة برمضان والاصل فی مسنونيتها الاجماع۔ (نيل المآرب)۔

یعنی رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ الغرض جمہور صحابہ کرام رض اور ائمہ اربعہ رح ... سلف کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں

آٹھ کسی کا مذہب نہیں۔

تعامل و توارث وھکذا جری التوارث من زمان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ الی ھذا الآن و ھذا الاحکام مما اتفق علیہ فقہاء المذاھب الاربع من غیر خلاف لہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع (مغنی ابن قدامہ ج ۲ ، ص ۱۶۷)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور یہ مثل اجماع کے ہے۔

امام نووی شافعی رح لکھتے ہیں۔

ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث ۔ الخ

یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا پس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

ابن حجر مکی شافعی رح نے لکھا ہے۔

ولکن اجمعت الصحابۃ رض علی ان التراویح عشرون رکعۃ الخ (مرقاۃ)

لیکن صحابہ رض نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین ۔ الخ۔

یعنی اور اکثر اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔

اہل حدیث علماء سے بیس تراویح کا ثبوت

پس منع از بست و زیادہ چیزے نیست الخ (عرف الجادی ، ص ۸۴)

پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

" پس آنکہ بزیادت عامل بسنت ہم باشد الخ " (ہدایت السائل ، ص ۱۱۸)

گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے ۔

نیز فرماتے ہیں۔

اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعتے قرأتے معین را مستحسن داشتہ ایں عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل چیزے است کہ برآں ایں معنی صادق است کہ

انہ صلوٰۃ انہ جماعۃ وانہ فی رمضان

پس حکم بتبدیع آں چہ معنی ۔ (بدور الاہلہ ، ص ۳۵)

ترجمہ :۔ لیکن جن اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟

نیز فرماتے ہیں۔

ان صلوٰۃ التراویح سنۃ باصلہا لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاھا فی لیالی ثم ترکہ شفقۃ علی الامۃ ان لا تجب علی العامۃ او یحسبوھا واجبۃ ولم یات تعیین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددھا کان کثیراً ۔

(الانتقاد الرجیح ، ص ۶۱)

ترجمہ :۔ نماز تراویح اپنی اصل کے لحاظ سے سنت ہے ۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے چند راتوں میں تراویح پڑھی ہیں پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہو جائیں اور عوام انہیں واجب نہ سمجھ لیں، پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین نہیں ایا لیکن اس حدیث سے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان مالا یجتہد فی غیرہ - رواہ مسلم -

معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

تطبیق

اب اگر بالفرض گیارہ کا ثبوت ہو تو یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے گیارہ کا حکم دیا اور قرأت لمبی کی۔ پھر جب اس کو مشقت سمجھا تو قرأت میں تخفیف کردی اور تعداد بڑھا کر بیس رکعت کر دیں اور وتر تین رکعت اسکے علاوہ ہیں۔ مجموعہ تئیس رکعت ہوئیں۔

علامہ سبکی رح ابن عبدالبر رح سے اسی طرح تطبیق نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

قال السبکی عن عبد البر اختاروا فی وقت تطویل القیام فجعلوها احدی عشرۃ رکعۃ وفی وقت عدد الرکعات فجعلوها عشرین وقد استقر العمل علی هذا - (هدایت السائل، ص ۱۳۸)

یعنی ابن عبدالبر رح سے سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں تطویل قرأت کو انہوں نے پسند کیا تو گیارہ رکعت کو مقرر کر دیا۔ دوسرے وقت عدد رکعات بڑھا دیا تو بیس رکعت کو مقرر کر دیا۔ بے شک عمل سب امت کا اسی بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانی رح شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

قال القسطلانی رح فی شرح البخاری جمع البیہقی بانهم کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم قاموا بعشرین و اوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمان عمر رض کالاجماع - (اوجز للمسالک، ص ۳۹۵ ج ۲)

یعنی قسطلانی رح نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ بیہقی رح نے اس طرح جمع کیا ہے کہ لوگ پہلے گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ اور تحقیق شمار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوا اجماع کی طرح۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے۔

« من رأى منكم منكرا فليغيره بيده الخ »

یعنی جو تم سے خلاف شرع بات ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو ہاتھ سے اور زبان سے اور دل سے بدل ڈالے۔

اگر بیس خلاف شرع ہوتیں تو ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمرؓ و حضرت عثمان رضؓ و حضرت علی رضؓ کے زمانہ میں اور مابعد میں لاکھوں علماء ہوئے ہیں کوئی تو اس پر انکار کرتا۔ اور جب کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وروی اسد بن عمروؒ عن ابی یوسف رح قال سالت ابا حنیفة رح عن التراویح وما فعله عمر رضی اللہ تعالی عنه فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرصه عمر رضی اللہ تعالی عنه من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یأمر به الا عن اصل لدیه وعهد من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کذا فی مراقی الفلاح نقلا من الاختیار (ص ۲۲۲)۔

وفیه اشعار بکون التراویح سنة مؤکدة علی الحال التی امر بها عمر رضی اللہ عنه وهی عشرون رکعة۔ الخ۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۵۹)

ترجمہ

اسد بن عمروؒ امام ابو یوسف رح سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ رح سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا اور نہ ہی بدون اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود ہو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنت مؤکدہ ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

۲۔ ایک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے اکیس، تئیس کا حکم باعتبار مجموع کے دیا تھا۔ یعنی ہر واحد کو دس دس رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وتر ایک رکعت یا تین رکعت کبھی یہ پڑھائے اور کبھی وہ پڑھائے۔ (اوجز المسالک: ص ۳۹۴ - ج ۲)۔

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماء امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور اتباع تابعین کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبط وحی اور الزار رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا بنی رہیں۔ تاہم انجام کار بیس پر ہی ساری امت کا اتفاق ہو گیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چار درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعداد رکعت چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعتوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماء حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد بھی تمام علماء اہل سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر گویا بیس پر ہی عمل پیرا رہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاء متاخرین کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحۃً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے۔

اِمَامُ ابنِ عَبدُالبرؒ :-

حافظ امام ابن عبد البرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تیئس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہیں وہم ہے امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثین نے اکیس رکعتیں بتائی ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث کا ذکر کیا ہو۔

(المصابیح مترجم مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵)

حافظ مغرب شیخ الاسلام امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البرؒ قرطبی ۳۶۸ھ میں ہسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہل زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) کے اندر کوئی عالم علم حدیث میں ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔
ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابو عمرؒ (ابن عبد البرؒ) کی تصنیف ہے، فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبد البرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے ہیں۔ ان کی ایک شہرۂ آفاق کتاب "کافی" جو امام مالکؒ کے مذہب پر ہے پندرہ جلدوں میں ہے۔ کتاب "استیعاب" میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے حالات

قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جس کی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔ ان کی بہت سی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔ جن کے نام "تذکرۃ الحفاظ" میں درج ہیں۔

حدیث، فقہ اور معانی میں بصیرت تام رکھنے کے علاوہ علم نسب و اخبار کے بھی بڑے ماہر تھے۔ ثقہ حجت اور صاحب سنت و اتباع تھے۔ پہلے ظاہری تھے۔ پھر مالکی رح مذہب اختیار کر لیا تھا۔

حمیدی رح کا بیان ہے کہ ابوعمر رح فقیہ، حافظ اور قرأت و خلاف اور علوم حدیث و رجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے۔ عمر کی پچانوے منزلیں طے کر کے ۴۶۳ھ میں واصل بحق ہوئے بیہقی رح کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۲۰)

امام محمد غزالیؒ۔

حکیم الامت امام محمد غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

التراویح وهی عشرون رکعة وکیفیتها مشهورة وهی سنة مؤکدة۔

(احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳۹)

تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رح۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں۔

"صلاة التراویح سنة النبی صلی اللہ علیه وسلم وهی عشرون رکعة۔"

(غنیة الطالبین، ص ۲۶۴ - ۲۶۷)۔

نماز تراویح حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بیس رکعت ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلیؒ۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۶۲۰ھ لکھتے ہیں۔

" والمختار عند ابی عبد اللہ فیها عشرون رکعة وبهذا قال الثوری و ابوحنیفة والشافعی وقال مالک ستة وثلاثون وزعم انه الامر القدیم وتعلق بفعل اهل المدینة ولنا ان عمر رضی اللہ تعالی عنه لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرین رکعة۔

(مغنی ابن قدامہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۸۰۲)۔

امام احمد رح کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں۔ سفیان ثوری رح ابو حنیفہ رح اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالک رح چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر قدیم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رض کی اقتدار پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

امام نووی رح :۔ امام محی الدین نووی رح شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان صلاۃ التراویح سنۃ باتفاق المسلمین وھی عشرون رکعۃ۔ (کتاب الاذکار، ص ۸۳)۔

یاد رکھو کہ نماز تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعت ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ رح :۔ شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ قام بین المہاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۸۶)۔

یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ ابی رض حضرات مہاجرین و انصار رض کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے کبھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سبکی رح :۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ منہاج میں لکھتے ہیں کہ۔

اس بات کا یقین کر لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی کتنی رکعات پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح سرجم ص ۱۳ مطبوعہ مصر)۔

علامہ عینی رح :۔ علامہ بدرالدین عینی رح شارح بخاری رح بھی بیس رکعت کے قائل تھے چنانچہ انہوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلمبند کیے ہیں اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر وھو قول جمہور العلماء وبہ قال الکوفیون

والشافعی رہ واحمد الفقہاء وهو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ (عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدین کوفہ امام ابوحنیفہ رح اور ان کے شاگرد اور سفیان ثوری اور شافعی رہ اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہوا ہے۔ اور کوئی صحابی اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رہ :- شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ولعلهم فی وقت اجازوا تطويل القيام على عدد الركعات نجعلوها عشرين وقد استقر العمل على هذا۔ (المصابیح، ص ۱۶)۔

اور شاید صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کسی وقت قیام کی طوالت کو مختصر کر کے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کر دیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستحکم و استوار ہو گیا۔

امام عبدالوہاب شعرانی رہ :- امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ومن ذلك قول ابی حنيفة، والشافعی، واحمد رحمهم الله ان صلاة التراويح فی شهر رمضان عشرون ركعة وانها فی الجماعة افضل۔ (میزان شعرانی رہ، ص ۱۵۳)۔

اور اسی قبیل سے امام ابوحنیفہ رہ امام شافعی رہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامی رہ :- علامہ ابن عابدین شامی الدر المختار کی شرح میں لکھتے ہیں:

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين اجماعاً بعد صلاة العشاء وهی عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً و غرباً۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۵۱۱)۔

تراویح بالاجماع سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی۔ اس کا وقت نماز عشاء کے بعد ہے اور اس کی رکعتیں بیس ہیں۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

خاتمہ

۱ : اہلِ حدیث گیارہ رکعتیں تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اپنے سلف کے مخالف ہیں کیا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اور میر ابوالحسن صاحب، مولوی وحید الزمان صاحب علامہ شوکانی رح علامہ سبکی رح علامہ ابن تیمیہ رح نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی؟ اس لئے آج کل کے اہلِ حدیث اصح الکتب سے گیارہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ مگر ولائف وغیرہ کہ کر بارہ ماہ کی نماز تہجد کیوں نہ ہو۔ بہرحال یہ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا مذکورہ حضرات کو۔

۲ : پہلی رات جب کہ ثلث رات تک تراویح پڑھی تھیں۔ اس میں آٹھ رکعت تھیں اس کے بعد آخر رات تک کچھ نہیں پڑھا۔ صراحۃً کسی دلیل سے ثابت کیا جائے کہ سو گئے تھے یا کچھ اور پڑھتے رہے یا خاموش بیٹھے رہے تھے ایسے خاموش بیٹھے رہنا حدیث (احی اللیل یعنی ساری رات جاگتے رہے) کے خلاف ہے۔

۳ : عہدِ فاروقی سے لے کر اب تک یعنی بارہ صدی کے اواخر تک بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل تھے۔ کہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں آٹھ رکعت کی ہوتی تھی تو اس کو صاف واضح کیا جائے۔

۴ : نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تحقیق میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

۵ : اہلِ حدیث کی جرح بیس رکعت تراویح پر اصولِ حدیث کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

۶ : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر جماعت آٹھ رکعت تراویح کی ہوئی ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔

۷ : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی ہو یا کسی نے بیس رکعت تراویح سے انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

۸ : سلف میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح باجماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا؟ کس سن میں؟ اور کس شہر میں؟

۹ : بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے۔

انما یوخذ من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر۔

اس قاعدہ کی رو سے آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل کے لئے ناسخ ہوگا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں تو اہل حدیث کو چاہیے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہو جائے۔

١٠ ۔ اور اس میں عدد کی تصریح ضروری ہے کہ آٹھ رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں یا بیس رکعت یا زیادہ بیس سے۔

١١ ۔ محمد بن یوسف رحہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے آٹھ رکعت متعین نہ ہوئیں۔ کسی نے آٹھ نقل کی ہیں، کسی نے دس اور کسی نے بیس رکعت روایت کی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پہلے فعل کو دیکھتے ہیں اور آخری فعل کو نہیں دیکھتے جس پر کہ اہل اسلام کا عمل مستقر ہوا جو بیس رکعت ہے۔ جیسا کہ امام نووی رح وغیرہم نے نقل کیا ہے۔

ثم استقر الامر علی عشرین رکعۃ فانہ المتوارث۔

یعنی پھر تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر مستقر ہو گیا۔ اور یہی اہل اسلام کا مسلسل عمل ہے۔

Moulana Mohmmad Nazeeruddin
Chilkalguda, Secunderabad.
Cell : 9963694761

بیس (۲۰) رکعت تراویح سُنّت ہیں

حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل وکرم سے وہ مبارک مہینہ رمضان المبارک شروع ہوگیا ہے جس کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں۔

" جس نے ایمان و نیک نیتی سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے اور جس نے ایمان اور نیک نیتی سے تراویح پڑھیں اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے اور جس نے ایمان و نیک نیتی سے شب قدر میں قیام کیا اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوگئے " (مشکوٰۃ ص ۱۶۵)

نیز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں :-

وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ رَوَاہُ التِرمذی (مشکوٰۃ ص ۱۶۵)

حق تعالیٰ کا منادی (ہر رات) پکارتا ہے اے نیکی کے طالب متوجہ ہو۔ اور اے بدی کے طالب رُک جا۔

اس لئے ہر مسلمان بدل وجان سعی کرے گا کہ حسن صیام وقیام تراویح و تکثیر عبادات سے اپنے لئے ذخیرہ عقبیٰ جمع کروں جو میرے لئے معاصی سابقہ کے کفارہ ہونے کے علاوہ حق تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور فضلوں کا مورد ہو مگر جب تعداد تراویح کی طرف نظر کرے گا تو متحیّر ہوگا کہ خدا کے ایسے بھی مقبول بندے گذرے ہیں جو ہر رات رمضان المبارک میں چالیس رکعت سے بھی زیادہ زیادہ پڑھتے رہے ہیں مگر ہمارے زمانہ کے بعض جدید مدعیانِ علم آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنے کو بدعت کہہ کر عوام کو بیس رکعت تراویح پڑھنے سے بھی روکنے میں سعی بے سود کرنے میں منہمک ہوتے ہیں۔ حالانکہ آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنے کی ممانعت نہ کہیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول وفعل سے صراحۃً ثابت اور نہ کہیں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول وفعل سے زیادتی کا انکار بلکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ سے لگاتار صلحاء عظماء اُمّت کا بیس رکعت

تراویح اور اس سے زائد پر بلا خلاف معتد بہ تعامل چلا آیا ہے۔ پھر ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم اس فرقہ کے زعماء سے یہ سنتے ہیں کہ بیس[20] رکعت تراویح بدعت ہیں مگر خدا بھلا کرے جناب نواب صدیق حسن خان صاحب قنوجی مرحوم (اہلحدیث) کا کہ وہ اپنے فرقہ کے احوال میں ہماری حیرت یوں دُور فرماتے ہیں :۔

فقد نبت فی ھذا الزمان فرقة ذات سمعة و ریاء تدعی لا نفسها علم الحدیث والقرآن والعمل بهما علی العلات فی کل شان مع انها لیست فی شیٔ من اهل العلم والعمل والعرفان (حطہ ص۶۹)

اس زمانہ میں ایک فرقہ ریاکار شہرت پسند پیدا ہوا ہے جو اپنے لئے قرآن و حدیث کے علم و عمل کا مدعی ہے حالانکہ وہ ھر طرح سے ناقص ہونے کی وجہ سے زمرہ اہل علم اور اہل عمل اور اہل عرفان کے کسی درجہ میں نہیں ہے۔ . . . . . .

فما وجدت احدا یرغب فی طریق الصالحین او یسیر سیرة المؤمنین . . . . .

میں نے (فرقہ مقلدین میں سے) کسی کو نہیں پایا کہ سلف صالحین کے طریقہ کی خواہش رکھتا ہو یا سچے ایمان والوں کی پیروی کرتا ہو۔ (حوالہ بالا)

فما هذا دین ان هذا الا فتنة الارض وفساد کبیر (حطہ ص۶۸)

یہ کوئی دین نہیں بلکہ یہ تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد عظیم ہے۔

اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ چند سطور مسئلہ تراویح کے متعلق سپرد قلم کریں تاکہ اہل انصاف کیلئے موجب طمانینت اور اہل شقاق کے لئے باعث ہدایت ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی رکعات تراویح کا ثبوت ہے

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً تراویح کی رکعات کو صراحۃً بیان نہیں فرمایا بلکہ صلوٰۃ تراویح کی ترغیب دی ہے۔

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من قام رمضانا ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه. رواه الجماعة۔ (آثار السنن ج۲ ص۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان و نیک نیتی سے تراویح پڑھیں اس کے پہلے سب گناہ معاف ہوئے۔

وعنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیران یامرهم فیہ بعزیمۃ فیقول الخ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ تراویح کی ترغیب دیا کرتے تھے بغیر وجوبی کے۔

اسی قسم کی اور بھی قولی احادیث ہیں جن سے عدد رکعات تو معلوم نہیں ہوتا مگر ترغیب تراویح سے تکثیر رکعات تراویح کا استحسان ضرور مفہوم ہوتا ہے یعنی جس قدر زیادہ پڑھی جائیں گی افضل ہونگی امّا فعلاً جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب باجماعت تراویح پڑھائی ہیں ایک روایت میں ان کی تعداد بیس رکعت آئی ہیں جس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہما نے روایت کیا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہیں۔ دوسری روایت میں ان کی تعداد آٹھ رکعت آئی ہے جس کو طبرانی نے صغیر میں اور محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔ مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے اس لئے کہ اس کا مدار عیسیٰ بن جاریہ راوی پر ہے۔ جو محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔

تعلیق الحسن ص۱۵ ج۲ میں ہے:۔

قلت مدارہ علی عیسی بن جاریۃ قال الذہبی قال ابن معین عندہ مناکیر وقال النسائی منکر الحدیث وجاء عنہ متروک وقال ابو زرعۃ لا باس بہ۔ انتہی

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا عیسیٰ بن جاریہ کے پاس احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے بھی اسے منکر الحدیث کہا اور کبھی متروک کہا۔ اور ابو زرعہ نے لا باس بہ کہا۔

حضرت عائشہؓ کی گیارہ رکعت والی روایت کو تراویح کی تعداد سے کوئی تعلق ہی نہیں اس لئے کہ اس میں تہجد کا تذکرہ ہے۔ علامہ قسطلانیؒ اسی کی تائید میں فرماتے ہیں:۔

واما قول عائشۃ الاتی فی ھذا الباب ان شاء اللہ تعالیٰ ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ فحملہ اصحابنا علی الوتر

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت تہجد کے بارہ میں ہے۔

از روئے انصاف صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات میں کوئی خاص عدد تراویح کا مروی نہیں ہے۔

واعلم انھم اختلفوا فی عدد رکعات

البتہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے

التراويح ولم يقع فيما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قرأ ثلاث ليالے عدد ركعاته بطريق صحيح (بذل المجهود ص۳۰۲ ج۲)

عدد تراویح کا ثبوت ملتا ہے جس کی تعداد بیس سے کم نہیں بلکہ بیس رکعت یا اس سے زائد ہے۔

حضرت عمرؓ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

(۱) عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب امر رجلا يصلي بهم عشرين ركعة رواه ابو بكر بن ابی شيبة فی مصنفه و اسناده مرسل قوی (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ کا بیس رکعات تراویح پڑھنا

(۲) عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرين ركعة الخ رواه البيهقی واسناده صحيح (آثار السنن ص۵۳ ج۲ بذل المجهود ص۳۰۲ ج۲)

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ وتابعین رمضان مبارک میں بیس رکعت (بلا وتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(۳) عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرين ركعة رواه مالك و اسناده مرسل قوی (آثار السنن ص۵۴ ج۲) (بذل المجهود ص۳۰۵ ج۲)

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں سب لوگ (مع وتر) تیئس رکعت پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس(۲۰) تراویح اور تین وتر)

حضرت ابی بن کعبؓ کا بیس رکعت تراویح پڑھانا

(۴) عن عبد العزيز بن رفيع قال كان ابی بن

عبد العزیز بن رفیعؒ کہتے ہیں کہ حضرت

کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث اخرجه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه و اسناده مرسل قوی (حوالا بالا)	ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے تھے۔

.. ..

شبہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی کے متعلق بیس رکعت تراویح کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ خود حضرت عمرؓ کا حضرت ابی و تمیم داری کو گیارہ رکعت مع الوتر پڑھانے کا حکم معروف ہے۔

عن السائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیمان الداری ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة الخ (موطا امام مالک)	حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے .... ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت مع وتر تراویح پڑھائیں۔

اس امر کے ہوتے ہوئے لوگوں کا بیس رکعت تراویح پڑھنا یا حضرت ابی بن کعبؓ کا بیس رکعت پڑھانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

جواب اوّل تو لفظ احدی عشرة (گیارہ رکعت) محفوظ نہیں:۔

رواہ عبد الرزاق من وجه آخر عن محمد بن یوسف فقال احدی عشرین (فتح الباری ص۱۸۱ ج۴)	علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ مسند عبد الرزاق کی روایت میں اکیس رکعت ہے۔

.. ..

قال ابن عبد البر روی غیر ذالك فی هذا الحدیث احدی وعشرون وهو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیه احدی عشرة الا مالکا (زرقانی شرح موطا)	علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ امام مالک کے سوا دوسرے محدثین نے اس حدیث میں اکیس رکعت روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ سوا مالک کے کسی نے گیارہ رکعت کہا ہو۔

دوسرے محدثین اس میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھی ہوں، پھر بیس پر امر مستقر ہو گیا۔

قال البیهقی فی سننه و یمکن الجمع بین	امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں اس

الرواتين بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث۔

طرح تطبیق ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھا کرتے ہوں۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر تیئس رکعت پڑھنے لگے ہوں۔

وقال القسطلانی فی شرح البخاری وجمع البیہقی بینہما بانھم کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم قاموا بعشرین واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر کالاجماع ۔

علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں بیہقی نے یوں جمع کیا ہے پہلے لوگ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر بیس تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ حضرت عمر کے زمانہ کا یہ تعامل یعنی بیس رکعت بمنزلہ اجماع کے ہے۔

وقال السیوطی فی المصابیح وکان عمر لما امر بالتراویح اقتصر اولاً علی العدد الذی اصلاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم زاد فی اخر الامر ۔

علامہ سیوطیؒ مصابیح میں کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب کہ تراویح (باجماعت) کا حکم دیا تو پہلے اسی عدد پر اقتصار کیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداءً) پڑھا تھا۔ پھر آخر کار تعداد بڑھادی

اس لئے کہ ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رات میں ثلث لیل تک اور دوسری میں نصف لیل تک جماعت میں آٹھ رکعت ہی پڑھائی ہوں۔ پھر انفراداً باقی بارہ رکعت پڑھ لی ہوں جیسا کہ روایت احیی اللیل اس پر شہادت دیتی ہے۔ پھر تیسری شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری تک جماعت کرائی تو اس پر بیس رکعت پڑھی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے امر ظاہر یا ابتدائی کو رخصت سمجھ کر پہلے اس کا امر کیا ہو۔ پھر حقیقۃ الامر یا آخر الامر منکشف ہونے پر بیس رکعت کی تکمیل اتباعاً للسنۃ کرادی ہو۔ پھر اسی پر امر مستقر ہو اس سے کم معمول نہ رہا ہو کہ بیس رکعت تراویح بظاہر سنت خلیفہ ثانی ہیں۔ مگر درحقیقت اس کا اصل ماخذ قول وفعل نبوی ہے۔ جو خلیفہ ثانی پر آخر کار منکشف ہوا تھا۔

وقال الشعرانی فی کشف الغمۃ وکانوا یصلونہا فی اول زمان عمرؓ ثلاث عشرۃ رکعۃ وکان القارئ یقرأ بالمئین بین الاٰیات حتی کان الناس یعتمدون

امام شعرانیؒ کشف الغمہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ابتدا خلافت کے زمانہ میں لوگ تیرہ رکعت (مع الوتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور قاری سے لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ بوجہ درازی قیام (امامت کے لئے) لاٹھیوں پر

على العصى من طول القيام وكان امامهم ابي بن كعب و تميما الداری رضی اللہ عنہم ثم ان عمر امر يفعلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلاث منها وتر واستقر الامر على ذالك فی الامصار (تعليق حسن)

سہارا لگایا کرتے تھے اور ان کے امام ابی بن کعب اور تمیم داری تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح اور تین پڑھنے کا حکم دیا اور سب شہروں میں اسی پر عمل درآمد مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانیؒ کی شہادت

لم يذكر فی هذا الحديث عدد الركعات التی كان يصلی بها ابی و المعروف هو الذی عليه الجمهور انه عشرون ركعة بعشر تسليمات وذالك خمس ترويحات كل ترويحة اربع ركعات بتسليمتين غير الوتر وهو ثلاث ركعات (ارشاد الساری شرح البخاری)

اس حدیث میں تراویح کی ان رکعتوں کا عدد مذکور نہیں جن کو حضرت ابی بن کعبؓ پڑھایا کرتے تھے[1] اور یہ پانچ ترویحے ہوئے۔ ہر ترویحہ دو سلام سے چار رکعت کا ہوتا ہے۔ یہ بیس رکعت تراویح تین رکعت وتر کے علاوہ تھیں۔

حضرت علیؓ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت۔

(۵) عن ابی الحسناء ان عليًا امر رجلا ان يصلی بهم فی رمضان عشرين ركعة رواه ابن ابی شيبه فی المصنف (جواہر النقی ص ۴۹۶)

ابی الحسناء تابعیؒ کہتے ہیں کہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھانے پر ایک آدمی کو رمضان میں مامور کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تراویح کا ثبوت

(۶) عن زيد بن وهب قال كان عبد الله

زید بن وھبؒ تابعی کہتے ہیں کہ:۔

---

[1] اور وہ معروف مذہب جس پر جمہور قائم ہیں یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

بن مسعود يصلي لنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث رواه محمد بن نصر المروزي (عيني شرح بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ماہ رمضان میں ہم کو تراویح پڑھا کر فارغ ہوتے حالانکہ ابھی رات باقی ہوتی۔ اعمش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

جمہور صحابہ کرامؓ سے بیس ۲۰ تراویح کا ثبوت

(۷) عن عطاء قال ادركت الناس وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة۔ رواه ابن ابي شيبة واسناده حسن

حضرت عطا تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ کو (وتر سمیت) ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

(۸) واكثر اهل العلم على ما روي عن علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة (جامع ترمذی ص۹۹ ج۱)

بہت سے اہل علم بیس رکعت تراویح کے اسی طرح قائل ہیں جیسے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ امام سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارک اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ لوگ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے ہیں۔

تابعینؒ سے بیس ۲۰ تراویح کا ثبوت

(۹) عن ابي الخصيب قال كان يؤمنا سويد بن غفلة في رمضان فيصلي خمس ترويحات عشرين ركعات رواه البيهقي واسناده حسن (آثار السنن ص۵۵ ج۲)

ابی الخصیب کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ جلیل القدر متوفی ۸۱ھ) ماہ رمضان میں ہمارے امام بنا کرتے تھے اور ہم کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۱۰) عن نافع بن عمر قال كان ابن ابي مليكة

نافع بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ

يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة رواه ابوبكر بن ابي شيبة واسناده صحيح (آثار السنن ص ٥٦ ج ٢)

(تابعی) ہم کو رمضان مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(١١) عن سعيد بن عبيد ان علي بن ربيعة كان يصلي في رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث اخرجه ابوبكر بن ابي شيبة في مصنفه واسناده صحيح (آثار السنن ص ٥٦ ج ٢)

سعید کہتے ہیں کہ علی بن ربیعہ (تابعی) رمضان مبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(١٢) واما القائلون به من التابعين فشتير بن شكل وابن مليكة والحارث الهمداني وعطاء بن رباح وابو البختري وسعيد بن ابي الحسن البصري اخو الحسن وعبد الرحمن بن ابي بكر وعمران العبدي وقال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابي كعب من غير خلاف من الصحابة۔ (عيني شرح)

جو تابعینؒ بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
شتیر بن شکل۔ ابن ابی ملیکہ۔ حارث ہمدانی، عطاء بن ابی رباح، ابو البختری۔ حضرت حسن بصری کے بھائی سعید بن ابی الحسن۔
عبد الرحمن بن ابی بکر۔ عمران عبدی

علامہ ابن عبد البر مالکیؒ "بیس ۲۰ رکعت تراویح کے متعلق فرماتے ہیں یہی قول جمہور علماء کا ہے۔ اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہی حضرت ابی بن کعبؓ سے صحیح ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی اس کے خلاف کوئی نہیں۔

بعض سلف کا بیس ۲۰ رکعت سے زائد تراویح پڑھنا

غیر مقلدین کے مایۂ ناز صاحب تصنیف مولوی عبد اللہ صاحب روپڑی اپنے رسالہ "اہلحدیث کے امتیازی مسائل" کے ص ٦٦ میں لکھتے ہیں۔ بلکہ خیر قرون میں ۲۰ بیس سے بھی زیادہ پڑھی گئی ہیں۔ زرارہ بن اوفی چوبیس پڑھا کرتے تھے اور عمران بن عبدی پہلے بیس ۲۰ اور آخری عشرہ میں چوبیس ۲۴ پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر بھی چوبیس اور آخری عشرہ میں اٹھائیس پڑھتے تھے اور عمر بن عبد العزیز اور ابان

بن عثمان کے زمانہ میں چھتیس ۳۶ پڑھتے تھے۔ اور ابن سیرین کہتے ہیں۔ معاذ ابوحلیم قاری اکتالیس پڑھتے تھے اور امام احمد بن حنبل سے امام اسحٰق نے تراویح کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ ان میں کئی قسمیں ہیں۔ قریب قریب چالیس کے کہا گیا ہے کوئی حرج نہیں نفل ہیں اور امام اسحٰق کہتے ہیں کہ میں چالیس ہی پسند کرتا ہوں اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے لوگوں کو انتالیس ہی پڑھتے دیکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک محبوب ترین بیس۲۰ ہی ہیں اور امام مالک چھتیس۳۶ کو پسند کرتے تھے ملاحظہ ہو قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی ص ۹۱، ۹۲) غرض کسی پر کوئی اعتراض نہیں خواہ کوئی بیس پڑھے خواہ چوبیس پڑھے خواہ چھتیس پڑھے، خواہ اڑھتالیس پڑھے۔ (انتھی بلفظہ) مذکورہ بالا ۱۲ دلائل اور معمولات سلف صالحین سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اُمت مرحومہ میں بیس رکعت سے کم (آٹھ) وغیرہ تراویح پڑھنے کا عرف و تعامل نہ تھا، اسی لئے امام ترمذیؒ نے جہاں تعداد تراویح کے متعلق تفصیل مذاہب صحابہؓ و تابعینؒ وائمہ دین بیان فرمائی ہے وہاں باوجود التزام ذکر مذاہب آٹھ رکعت بلکہ بیس رکعت سے کم والا کوئی مذہب نقل نہیں کیا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا معروف و مروج نہ تھا۔ بلکہ یہ ہمارے زمانہ کے جدید مجتہدین کا ایجاد و احداث کردہ ہے۔

پس بیس رکعت تراویح پڑھنا مسنون ہوا اس لئے کہ یہ سنت خلفاء راشدین ہے اور سنت خلفاء راشدین دو۲ وجہ سے سنت نبوی ہی ہے۔ (۱) اوّل تو اس لئے کہ جملہ صحابہ کرامؓ عموماً خلفاء راشدینؓ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا آئینہ ہیں۔ خلفاء کی تقریر یا امر سے صحابہ کرامؓ کا بیس۲۰ رکعت تراویح پر تعامل اس کے سنت نبوی پر مبنی ہونے کی طرف صراحتہً مشعر ہے۔

(۲) دوسرے اس لئے کہ سنت خلفاء راشدینؓ کی اتباع کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی لازم فرمایا ہے تو گویا سنت خلفاء کا اتباع کرنا بعینہٖ قولِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وستروں من بعدی اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (مشکوٰۃ ص۳۰)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تم عنقریب میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے سو تم میری سنت اور میرے خلفاء راشدینؓ کی سنت کو لازم پکڑلو (یعنی اس پر عمل کرو)

آخر میں ائمہ اربعہ کا ذکر کرنا مزید اطمینان کا باعث سمجھتے ہیں۔

ائمہ اربعہؒ کا مذہب	ومن السنن صلوٰۃ التراویح فی شھر رمضان عند ابی حنیفۃ والشافعی و احمد وھی عشرون رکعۃ بعشر

تسلیمات و فعلها فی الجماعۃ افضل وقال ابویوسف من قدر علی ان یصلی فی بیتہ کما یصلی مع الامام فالاحب ان یصلی فی بیتہ وقال مالک قیام رمضان فی البیت لمن قوی علیہ احب الیّ وحکی عنہ ان التراویح ست وثلاثون رکعۃ (رحمۃ الامۃ صـ۶۲)

سنجملہ مسنون نمازوں کے نمازِ تراویح ماہِ رمضان میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک، تراویح دس سلام سے بیس رکعت ہیں اور ان کو جماعت میں پڑھنا (تنہا پڑھنے سے) افضل ہے اور امام ابویوسف نے فرمایا جو گھر میں پڑھنے پر ایسے ہی قدرت رکھتا ہے۔ جیسے (باجماعت) امام کے ساتھ پڑھنے پر اسے محبوب تر گھر میں پڑھنا ہے۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے تراویح گھر میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔ اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ تراویح کی ۳۶ رکعتیں ہیں۔

نتیجہ آٹھ تراویح پڑھنا جیسے جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعین کے خلاف ہے ایسے ہی چاروں اماموں کے چاروں مذہبوں کے بھی خلاف ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۵

اَلَا کُلُّ مَنْ لَّا یَقْتَدِی بِاَئِمَّۃٍ

فَقِسْمَتُہٗ ضِیْزٰی عَنِ الْحَقِّ خَارِجٌ لَہٗ

(خبردار جو دین کے اماموں کی پیروی نہ کرے گا۔ اس کی قسمت کھوٹی (اور وہ حق سے خارج ہوگا)

واللہ یہدی السبیل من یشاء

Moulana Mohmmad Nazeeruddin
Chilkalguda, Secunderabad.
Cell : 9963694761

طباعت شیروانی آرٹ پرنٹرز دہلی۔۶ فون: 2943292